از

حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب مدظلہ العالی

نزیل المدینۃ المنورۃ

فہرست مضامین وعنوانات

نمبر	مضمون	صفحہ

تمّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین o

پہلی نصیحت ذکر کی فضیلت میں

اما بعد: نقل قال اللہ تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا o (الاحزاب پارہ ۲۱)

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

دین نصیحت ہے

برادران عزیز! وفقھم اللہ تعالیٰ لما یحبہ ویرضاہ حدیث شریف میں ارشاد ہے "الدین النصیحۃ" (یعنی دین کا خلاصہ خیر خواہی کرنا ہے) اس لئے میں اپنے سب برادران کو یہ نصیحت کرتا ہوں اور اسی کو میری وصیت سمجھنا چاہیئے کہ جتنے میرے احباب ہیں وہ سب حسب اپنی طاقت کے ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور اس میں ہرگز غفلت اور کوتاہی نہ کریں ؎

ذکر کن ذکر تا ترا جان است　　　پاکیِ دل ز ذکرِ رحمٰن است

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ o

اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الاحزاب ۴ پ ۲۲) اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

ذکر الٰہی کی اہمیت اسی قسم کی اور بہت سی آیات میں ذکر کثیر کی تاکید فرمائی گئی ہے اور انسانی فلاح و بہبود کو اسی پر معلق کیا گیا ہے۔ ذکر الٰہی کی اہمیت کے لئے یہ آیت شریفہ کافی ہے :۔

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ یعنی تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔

اس سے بڑھ کر انسان کی شرافت اور کیا ہے کہ اس ناپاک کا ذکر اس بارگاہ بلند و پاک میں آجائے، یہ معراج انسان کو صرف ذکر الٰہی سے میسر آسکتی ہے اس لئے احباب کو تاکید ہے کہ وہ کسی حالت میں اس فریضہ سے غفلت نہ کریں۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے :۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

نماز کی روح ایک اور آیت میں نماز کی روح اسی ذکر اللہ کو قرار دیا گیا ہے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ نماز قائم رکھ میری یادگاری کو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے :۔

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ اور میری یاد میں سستی مت کرنا۔

اس کے برخلاف خدا تعالیٰ کو بھلا دینے والوں کے حق میں یہ وعید ہے۔

نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَہُمْ ۔ بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو۔

اور

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (طٰہٰ پ ۱۶)

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جملہ احباب کو نسیان اور غفلت کی آفت سے محفوظ رکھیں اور اپنی محبت میں مست اور اپنی یاد میں محو فرما دیں۔ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

دوسری نصیحت

سنت کی پیروی اور بدعت کی برائی میں

دوسری نصیحت یہ کہ میرے جملہ احباب ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں، اور کسی سنت کو خواہ وہ کتنی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت اللہ کو محبوب ہے۔ میری جانب سے سنت پر عمل کرنے کی جتنی تاکید ہے اس سے بڑھ کر "بدعت" سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے کیونکہ بدعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف نفرت ہے بلکہ ایذاء اور تکلیف بھی ہوتی ہے اور جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو اس سے بدتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں

وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔
(الاحزاب پ۲۲)

بدعت کی برائی

"بدعت" ایک مہلک اور متعدی مرض ہے، اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور دور رہنا چاہئے یعنی بدعت کی محفلوں میں بھی شرکت نہ کرنی چاہئے اور اہل بدعت سے اختلاط بھی نہ رکھنا چاہئے قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے۔

سحقا سحقا لمن بدل یعنی جنھوں نے میرے بعد دین میں کوئی تبدیلی کی
بعدی۔ اور بدعت پھیلائی وہ مجھ سے دور دور رہیں۔

دین کامل ہے اس پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہو سکتی

دیکھئے کہ جو ہمارے ماں باپ بلکہ دنیا جہان سے زیادہ شفقت کرنے والے ہیں وہ "اہل بدعت" سے کتنے بیزار نظر آرہے ہیں کیونکہ بدعت ایجاد کرنے کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ہمارا کامل دین گویا ابھی ناقص ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی گویا نبوت کی ضرورت باقی ہے اور یہ ختم نبوت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

بدعت سے برے خاتمہ کا اندیشہ

اس لئے بدعت کا اثر نہ صرف مسلمان کے اعمال پر ہوتا ہے بلکہ اس کے عقائد پر بھی پڑتا ہے اس لئے بدعت میں غلو کرنے سے یعنی اس کی زیادتی سے "سوء خاتمہ" کا بھی اندیشہ ہے اس لئے سلف سے

لیکر خلف تک "بدعت" اور بدعتیوں سے سخت احتراز کرنے کی تاکید کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی اتباع میں آج اپنے بھائیوں کو میں بھی یہی تاکید کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دیں اور بدعت سے سخت نفرت و کراہت پیدا فرما دیں۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ۔

یہ یاد رہنا چاہیے کہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے اس لئے اپنے دین کو محفوظ کر لینا چاہیے اور دوسرے ضدی متعصبوں کے منہ نہ لگنا چاہیے۔ ہاں جو شخص سلیم الفطرت ہو اور دین کی بات سننے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کو سمجھانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دلانے میں کوئی کمی باقی نہ رکھنا چاہیے۔

اصلاح کا اصل طریقہ اصل بات یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرنی لازم ہے پھر اس کے بعد اپنے اہل و عیال اور اہل شہر اور جملہ مسلمین کی کیونکہ بے عمل کی دعوت ہمیشہ بے اثر ہوتی ہے اور باعمل کی دعوت کبھی بیکار نہیں جاتی۔

تیسری نصیحت

مسلم کو حقیر سمجھنا گناہ ہے سب احباب کو یہ نصیحت اور وصیت ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کسی وجہ سے حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: کفی بالمرء اثما ان یحقر مسلما او کما قال: بات یہ ہے کہ اسلام اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس کو یہ نصیب ہو گئی اس کو سب کچھ نصیب ہو گیا اس لئے گناہ خواہ

کتنا ہی ذلیل چیز ہو لیکن گنہگار اگر ایماندار ہو تو اپنے ایمان کی وجہ سے وہ پھر محترم ہے اور ایک نہ ایک دن جنت میں جا کر رہے گا۔ پھر توبہ و استغفار کا دروازہ اس کے لئے ہر وقت کھلا ہے کسی کو کیا خبر کہ اس نے دن کی روشنی میں یا رات کے اندھیرے میں کس وقت توبہ کر لی ہو، یا آئندہ توبہ کر لے۔ پھر جب معاف کرنے والا معاف کرنے کے لئے تیار ہے تو ہم گنہگاروں کا حق کیا ہے کہ اپنے دوسرے گنہگار مسلمان بھائی کو ذلیل اور حقیر سمجھیں۔ پھر یہ فیصلہ کون کر سکتا ہے کہ ایک گنہگار مسلمان اور اس کے ناصح میں زیادہ قابل گرفت کون ہے اس لئے لازم یہ ہے کہ ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کو عزت اور احترام کے ساتھ سمجھائے اور اپنے دل میں اس پر شرمندہ رہے کہ گنہگار میں بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت واسعہ سے جنت الفردوس عطا فرمادے۔

چوتھی نصیحت

مسلمان بھائی سے حسن ظن رکھنا لیکن اس کی تعریف میں حد شرعی سے تجاوز نہ کرنا

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کے سامنے اور اس کے پیچھے اس کی تعریف میں زیادہ مبالغہ بھی نہ کرے اس لئے احباب سے التماس ہے کہ وہ میرے بعد میری تعریف میں مبالغہ نہ کریں بلکہ اخلاص اور تضرع کے ساتھ میری مغفرت کی ہمیشہ دعا مانگا کریں۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ اور اس میں بھی شرعی طریقہ کا لحاظ رکھنا لازم سمجھیں یعنی کسی دن کی تخصیص ہرگز نہ کریں اور اسی طرح اجتماع بھی ہرگز لازم نہ سمجھیں

بلکہ جس سے جس طرح ممکن ہو اپنی اپنی جگہ ایصال ثواب کا خیال رکھیں۔ ہاں خبرِ وفات پہنچنے پر پہلی بار اگر مخلص احباب جمع ہو کر قرآن کریم ختم کریں تو کچھ تقسیم کئے بغیر اس کا ثواب بخشدیں تو مناسب ہے لیکن آئندہ کے لئے اس کو ہرگز مقررہ رسم نہ بنائیں اور جن چیزوں کا ان کو علم نہیں ہے اور نہ میں اس کا مستحق ہوں وہ میری طرف منسوب نہ کریں یعنی ملک سب اللہ کا ہے اور اسی کا تصرف اس میں جاری ہے اس لئے کسی معذور بندہ کی طرف کسی کام کی نسبت کرنا بہت بڑی غلطی اور مالک حقیقی کی بہت بڑی حق ناشناسی ہے۔ تعالی اللہ عما یشرکون۔

پانچویں نصیحت

اللہ تعالیٰ، قرآن شریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے حق ادا کرو

جس طرح حق تعالیٰ کا یہ حق کہ اسکی ذات وصفات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیرائے نہ کسی بزرگ اور نہ کسی ولی کو، اور اس کی کتاب یعنی قرآن کریم کا حق یہ ہے کہ اس کے حکموں کو مانا جائے اور ان پر عمل کیا جائے اور اس کی تلاوت رکھی جائے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہے کہ آپ پر ایمان لائے اور یقین رکھے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہ ہوگا، جان ودل سے آپ کی شریعت کی اتباع کرے اور بدعت سے کامل احتراز کرے۔

ذکر درود شریف اور کلمۂ توحید کی تاکید

اور آپ کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے اوقات میں سے ایک حصہ بصد ذوق وشوق آپ پر درود بھیجنے کے لئے وقف کرے اس لئے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ ذکر اللہ سے جس طرح ان کو تعلیم دیا گیا ہے غفلت نہ کریں اور زبان سے بھی ایک تسبیح کلمۂ توحید کی آہستہ

آہستہ پڑھ لیا کریں کیونکہ حدیث شریف میں اسی کلمہ کو افضل الذکر کہا گیا ہے اور کچھ نہ کچھ قرآن کریم کی روزمرہ تلاوت کریں اور درود شریف پڑھنا بھی حسب استطاعت اور وقت اپنے ذمّہ لازم سمجھیں۔

بدعتی کی پہچان | یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اہل بدعت کی پہچان مشکل ہوگئی ہے کیونکہ ہر شخص متبع سنت ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اس لئے اس کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے لوگوں پر نظر کرے اگر وہ اکثر اہلِ بدعت ہوں اور وہ ان سے خوش رہے اور ان کی بدعتوں کی اصلاح بے خوفی کے ساتھ صاف صاف نہ کرے تو ایسے شخص کو بدعتی ہی سمجھنا چاہئے یا جو اہل بدعت کی مشہور رسمیں ہوتی ہیں جیسے میلاد شریف کرنا اور اس میں قیام کرنا اور عرس وغیرہ کو ماننا (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے بدعت ہونے کی صراحت فرمائی ہے) وہ بھی بدعتی ہے خواہ کتنا ہی متبع سنت ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔

بدعتیوں سے الگ رہو | دین میں مداہنت کرنے والے کی قرآن کریم میں بڑی مذمت آئی ہے، اصلاحِ خلق کے معنی ان میں گھل مل جانا نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ اگر وہ اصلاح پذیر نہ ہوں تو ان سے الگ ہو جائے اور ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دے۔ پس جس شخص کے ہمنشین اکثر اہلِ بدعت ہوں اور وہ اسی طرح اپنی بدعتوں پر قائم رہیں اور اس سے خوش رہیں اور وہ ان سے خوش رہے تو ایسے شخص کو بھی بدعتی سمجھنا چاہئے اور صرف اس کے دعوے پر مغالطہ نہ کھانا چاہئے۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا مکتوب گرامی | مداہنت فی الدین اور صلح کل کی برائی میں

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ اپنے مکتوبات جلد دوم کے مکتوب ۲۹ میں مداہنت اور صلح کل رکھنے کی مذمت میں فرماتے ہیں: "مخدوما! اہل زمانہ کی زبانوں پر عام طور پر یہ بات چڑھی ہوئی ہے کہ صوفیاء کرام کا مسلک و مشرب یہ ہے کہ مخلوق کے حال سے بالکل تعرض نہ کیا جائے اور کسی سے بُرے نہ بنیں، چونکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور بہت سے فتنوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس لئے دل میں آیا کہ اس بارے میں کچھ لکھا جائے۔ مکرما! جو شخص اس قسم کا لغو خیال رکھتا ہے (امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو مسلک صوفیاء کے خلاف کہتا اور سمجھتا ہے) پتہ نہیں کہ وہ کس جماعت کے صوفیاء کے متعلق یہ بات کہتا ہے ہمارے پیروں یعنی مشائخ نقشبندیہؒ کا طریقہ خود اتباعِ سنت اور اجتناب از بدعت ہے جیسا کہ ان حضرات کی کتابوں سے اور ان کے رسائل سے یہ بات ظاہر و ہویدا ہے۔"

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں فرماتے ہیں:

"جو شخص صاحبِ بدعت سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کا عمل حبط کر دیگا اور اس کے قلب سے ایمان کی نورانیت سلب کر لے گا اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ یہ جان لیگا کہ کوئی شخص صاحبِ بدعت سے بغض رکھتا تھا تو اس بغض رکھنے والے کو (یقیناً) بخش دے گا اگرچہ اس کے نیک عمل قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ اے مخاطب! تو جب کسی بدعتی کو ایک راستہ پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے ——— خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں لعنت فرمائی ہے:" جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں

کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے نہ ایسے شخص کا فرض قبول نہ نفل"

بدعتیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عائشہؓ! وہ لوگ جنھوں نے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہ در گروہ ہوئے وہ اصحاب بدعت اور ارباب ہوا و ہوس ہیں ان کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی میں ان سے بری ہوں، وہ مجھ سے ـــــ اگر مشرب صوفیا کرام ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام ہو اس دن کو اچھا دن نہ سمجھیں پس مطلب ظاہر ہے کہ جس روز صوفیا مداہنت برتیں وہ دن خیر کا دن نہیں ہے۔

کامل ایمان والا بندہ

حضرت عمرو بن الجموحؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "بندہ صریح ایمان نہیں پا سکتا تاوقتیکہ اللہ کے لئے بغض نہ کرے جس کسی میں یہ صفت پیدا ہو گئی کہ وہ اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے، اور اللہ کے لئے بغض رکھتا ہے تو وہ مستحق ولایت ہو گیا۔ (رواہ احمد)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کسی نے اللہ کے لئے محبت کی، اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا، اور اللہ کے لئے عطا کیا اور اللہ کے لئے منع کیا، اس کا ایمان کامل ہو گیا" (رواہ ابو داؤد)۔

(اس کے بعد اس مضمون کی چند اور احادیث پیش کی ہیں) ۔

دین کیلئے محبت اور دشمنی

سچ تو یہ ہے کہ دوستانِ محبوب سے محبت اور دشمنانِ محبوب سے عداوت، لوازم محبت میں سے ہے۔ محب صادق بے اختیار ان دونوں باتوں کو عمل میں لاتا ہے اور "کسب تعمل" کا محتاج نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو ان کے

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب نے
بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ اپنی قوم سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا
دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَ معبود سمجھتے ہو ان سے "بیزار" ہیں ہم تمہارے منکر ہیں
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض
حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنہ پ۲۹) ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ طالب حق کو (غلط قسم کے لوگوں سے) "بیزاری" بھی ضروری و ناگزیر ہے (اس کے بعد چند آیات اس مضمون کی اور پیش کی ہیں) . . . "اہلِ وحدت وجود" میں جو حضرات مستقیم الاحوال ہیں، ان کا دین متین میں متشرع اور پختہ ہونا بھی مشہور ہے، تحریر کا محتاج نہیں۔

عجیب تماشے کی بات ہے کہ جو لوگ مشرب "کم آزاری" اور مسلک "صلح کل" اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ یہود، جوگیہ، براہمہ اور زنادقہ وغیرہم کے ساتھ تو اچھے ہیں، ان سے صلح، صحبت، انبساط، محبت رکھتے ہیں لیکن اہل سنت وجماعت سے جو کہ فرقۂ ناجیہ ہے، غلظت وعداوت کا معاملہ کرتے ہیں، ان کی صلح دوسروں سے ہے، اس جماعت حقہ کو ایذا و آزار پہنچاتے ہیں، اور اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتے ہیں ـــــ اچھی "صلح کل" پالیسی ہے کہ محمدیوں سے عداوت اور "غیر محمدیان" سے محبت و مودّت۔
خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ترک تعرض محمود ہوتا، تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجبات دین سے نہ ہوتے ـــــ اور اللہ تعالیٰ امر و نہی کرنے والوں کو خیر امت کا لقب نہ دیتا۔

۱۰۶۷۲ چھٹی نصیحت

حضرت خواجہ محمد معصوم رح کے ایک اور مکتوب میں چند نصیحتیں

آخر میں مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نمبر ۱۱۰ جو مواعظ ونصائح میں شیخ عبدالحکیم رح کے نام لکھا گیا، اس کے چند اقتباسات بغرض نفع رسانی برادران درج کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ جملہ مسلمان بھائیوں کو اس سے نفع بخشیں۔

اے بھائی! ناجنس اور مخالفِ طریق کی صحبت سے بچتے رہنا اور بدعتی کی مجلس سے گریزاں رہنا حضرت یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ کا مقولہ ہے کہ: ان تین اصناف سے اجتناب کرو: (۱) علمائے غافلین (۲) قُرّائے مداہنین۔ اور (۳) متصوفہ جاہلین۔

خلافِ شریعت عمل کرنے والے پیروں سے دور رہو

جو شخص مسند مشیخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا عمل موافق سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اور نہ وہ خود زیور شریعت سے آراستہ ہے — خبردار — اس سے دور رہنا بلکہ (احتیاطاً) اس شہر میں بھی نہ رہنا جس میں ایسا (مکّار) رہتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصے بعد اس کی طرف دل کا کچھ میلان ہو جائے اور کارخانۂ روحانیت خلل پذیر ہو مکرر لکھتا ہوں کہ آداب نبوی صلعم کا خیال نہ رکھنے والے اور سنن مصطفوی صلعم کو چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز "عارف" خیال نہ کرنا۔ اس کے (ظاہری) تبتل وانقطاع، خوارقِ عادات، زہد و توکل اور (زبانی) معارف توحیدی پر فریفتہ و شیفتہ نہ ہو جانا، مدارِ کار اتباعِ شریعت پر ہے اور "معاملہ نجات" پیروی نقشِ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط ہے۔ محق و مُبطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز اتباع پیغمبر صلعم ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رح نے فرمایا ہے: "جس نے آداب سے سُستی برتی وہ

سنن سے محروم ہوگیا جس نے سنن سے غفلت اختیار کی، وہ فرائض سے محروم ہوا اور جس نے فرائض سے تہاون کیا وہ معرفت سے محروم ہوگیا۔

گناہ ہوجائے تو کیا کرے؟ اگر کوئی گناہ وقوع میں آجائے تو بہت جلد اس کا تدارک توبہ و استغفار سے کرلینا چاہئے، گناہِ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقے پر اور گناہِ آشکارا کی علانیہ طریقے پر توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے منقول ہے کہ "کراماً کاتبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں، اگر اس درمیان میں توبہ کرلی تو اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ اپنے رجسٹر میں اس گناہ کا اندراج کرلیتے ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ ورع و تقوی کو اپنا شعار بنائے اور منہیات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راہِ سلوک میں نواہی سے باز رہنا (درحقیقت) اوامر کے انتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سود مند ہے۔

نیت کی صفائی بہت اہم ہے تمام افعال و حرکات میں اس کا قصد کرے کہ نیت صحیح ہو، جب تک نیتِ صالحہ نہ ہو حتی الامکان کوئی قدم نہ اٹھائے (نمبر ۱۱۰)

ہر وہ کام جو "نیتِ صالحہ" کے ساتھ ملا ہوا ہو، خواہ بیع و شرا ہو یا اس کے مانند، سب ذکر ہیں امورِ دنیاوی بھی نیتِ صحیح کی شمولیت سے ذکر بن جاتے ہیں (نمبر ۱۲۵)

اسلامی معاشرت کا طریقہ لوگوں کے ساتھ اختلاط بقدرِ ضرورت کرے وہ اختلاط جو برائے افادہ و استفادہ ہو، البتہ محمود بلکہ ضروری ہے۔ ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، خواہ اس سے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض، جو شخص عذر خواہی کرے اس کے عذر کو قبول کرنا چاہئے ـــــ اخلاق اچھے ہوں ـــــ (خواہ مخواہ) اعتراض کسی پر نہ کیا جائے۔ نرم و ملائم گفتگو ہو ـــــ کسی کے ساتھ

سختی و درشتی سے معاملہ نہ کرے، ہاں خدا کے لئے سختی کرسکتا ہے۔

حضرت محمد بن سالمؒ سے لوگوں نے دریافت کیا:۔ "اولیاء کی پہچان کیا ہے؟
انھوں نے فرمایا:۔ اولیاء کی علامات یہ ہیں: لطفِ لسان، حسنِ اخلاق، بشاشتِ چہرہ، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذرخواہ کے عذر کو قبول کرنا، تمام مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔"

حضرت ابو عبداللہ مقری قدس سرہ فرماتے ہیں: "جوانمردی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہو اُس سے حُسنِ خلق سے پیش آئے اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اس پر مال خرچ کرے اور جس سے نفرت ہو اس سے اچھا سلوک کرے"۔ بات چیت کرنے میں "رعایت قلت" مدنظر رہے۔ زیادہ نیند اور زیادہ ہنسنا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے ـــــ اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرے اور خدمت مولا میں چست ہو جائے ایسا کرے گا تو تدبیرِ امور سے فارغ ہو جائے گا۔ (اور سب کام غیب سے بن جائیں گے۔)۔

حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں: "جس قدر تجھے اللہ سے محبت ہو گی مخلوقِ خدا بھی تجھ سے اتنی ہی محبت کرے گی۔ تجھے خدا کا جس قدر خوف ہو گا مخلوق بھی تجھ سے اتنا ہی ڈرے گی اور تو جتنا خدا کے حکموں میں مشغول ہو گا مخلوق بھی تیرا اتنا ہی کہا مانے گی۔

کچھ اور دینی نصیحتیں کسی پر اعتماد سوائے فضلِ پروردگار کے نہ ہو ــــ اہل و عیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے اور بقدرِ ضرورت ان سے اختلاط ہو، تاکہ ان کا حق ادا ہو جائے "مؤانستِ تام" ان سے نہ ہو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے۔

"احوالِ باطن" نااہل سے نہ بیان کئے جائیں ـــــ مالداروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے ـــــ جمیع حالات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا جائے۔ بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہیئے۔ سالک کو چاہیئے کہ حوادث میں متذبذب ہو، عیوب مردم پر نظر نہ کرے اور اپنے عیوب ہمیشہ پیش نظر رکھے ـــــ اپنے آپ کو کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے، سب کو اپنے سے بہتر سمجھے، ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی برکت اور دعا سے مجھے کشود کار میسر ہو سکتا ہے۔ سلف صالحین کے حالات پیشِ نظر رکھے ـــــ مساکین کی ہم نشینی پسند کرے، کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کو بھی اس سے روکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے۔ اللہ کے راستے میں انفاقِ مال پر حریص ہو۔ حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے اور سیئات کے ارتکاب سے دُور دور رہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گزرے اور نیکی اس کو خوش، بس وہ مومن کامل ہے۔"

مفلسی سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے، قلت معیشت سے تنگدل نہ ہو، فقراء اور اخوانِ دینی کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے ـــــ صوفیا کی خدمت آداب کے ساتھ کرے تاکہ ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے ـــــ اس مسکین کی التماس تم جیسے دوستوں سے یہ ہے کہ اس مہجور و عاصی کو دعاؤں سے فراموش نہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے کرمِ عمیم سے درخواست کرو گے کہ یہ گنہگار تباہ کار کل قیامت کے دن (کم از کم) "زمرۂ عاصیان مرحوم" میں داخل و شامل ہو جائے۔

کجا ما و کجا زنجیر زلفش ❊ عجب دیوانگی اندر سر افتاد

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

ضروری گذارش | یہ میرے خط کی دوسری قسط ہے جو بشکل ایک مختصر مضمون کے
ایسے حالات میں تحریر کرایا گیا ہے جبکہ میں طویل عرصہ سے صاحب فراش ہوں اور
آئندہ معلوم نہیں کہ تقدیر الٰہی کو منظور کیا ہے اس لئے مختلف مجالس میں غیر مربوط
طریقہ پر کسی ترتیب اور محاسن تالیف کی رعایت کے بغیر جو خیال میں آتا رہا وہ
مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایک نمونہ اور فہرست کے انداز پر لکھوا کر پیش کر دیا
گیا — احباب سے استدعا ہے کہ وہ میری مراد اور میرے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں
اور اگر کوئی جملہ یا کوئی لفظ صحیح معلوم نہ ہو تو اس کو میرے وقتی حالات کا تقاضا سمجھیں
اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس غیر مرتب تحریر میں اخلاص بخشے اور مسلمانوں کو اس پر
عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔

بندہ محمد بدر عالم نزیل المدینۃ المنورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسوۂ حسنہ اور اتباع سنت کی دعوت

اتباعِ سنت سے میری مراد یہاں چند
وہ مسائل اختلافیہ نہیں جو آجکل موضوع بحث بن کر رہ گئے ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا مجموعہ طرز زندگی ہے جس میں عقائد و عبادات اور بقیہ معاملات کے سوا آپ کی جملہ
عادات بھی داخل ہیں — عوام اور خواص کو میری دعوت یہ ہے کہ ہم ایک مرتبہ پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں حتیٰ کہ آپ کی عام عادت پر بھی جسمیں
زندگی کا ایک ایک گوشہ داخل ہے، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سونا جاگنا، نشست
برخاست کے طریقے، عامۃ المسلمین کے ساتھ آپ کا سلوک پھر ان میں درجہ بدرجہ

ہر ایک کے حقوق کی رعایت۔ مثلاً ہمسایہ، مریض، اہل علم وفضل، باشندگان شہر اور اہل قری کے ساتھ آپ کی ملاقاتیں پھر کفار کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک جس میں محاربین اور غیر محاربین سب شامل ہیں۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ آپ کی رفتار وگفتار کے طریقے بلکہ ظرافت اور خوش طبعی کے انداز، غم اور مسرت کے حدود مثلاً ضحک و تبسم، موت اور مفارقت احباب اور اس قسم کے سب امور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس ۲۳ سالہ زندگی کے ہمارے سامنے ہیں ان میں ہر ایک کے اتباع کی کوشش کرنا اور اپنی موجودہ زندگی کو بدل کر اسی مقدس سانچہ میں ڈھالتے چلے جانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا یہ میری اس عرضداشت کا مطلب ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب باتیں مطالبہ میں برابر کی ہیں بلکہ اہل ایمان ویقین اور اہل محبت سے پوچھنا یہ ہے کہ ان کی محبت اور ان کے ایمان کا تقاضا کیا ہونا چاہئے؟ اگر آج عزت ودولت قرب قیامت کی وجہ سے کفار کے ہاتھ میں آچکی ہے اور ان کے معمولی اختلاط سے ہم نے اپنی زندگی کا پورا کا پورا نقشہ انہی کے سانچے میں ڈھال لیا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ظلم اور ہماری بدنصیبی کی حد یہ ہے کہ ہم نے اپنی اسلامی زندگی کو نہ صرف فراموش کر ڈالا ہے بلکہ اس کو ناقابل عمل اور اس سے بھی بڑھ کر "قابل نفرت" سمجھ لیا ہے کیا جن پر ہمارا ایمان ہے اور جن کے ساتھ ہمیں عشق ومحبت کا دعویٰ ہے ان کے طرز زندگی سے ہمارا تعلق یہی ہونا چاہئے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمام زندگی کو میں یہاں "اسوۂ حسنہ" سے تعبیر کرتا ہوں اور اسی کا نام "اسلامی معاشرت" رکھتا ہوں اور اسی انقلاب کی دعوت دیتا ہوں اگر زندگی باقی ہے تو اس کی تفصیلات اور اس کے "حکم واسرار"

اور اس کے منافع "دنیوی اور اخروی" اور اس کے برکات احقر کی تصنیف "ترجمان السنہ" کی شاید آئندہ دو جلدوں میں بیان ہو سکیں۔ اسوقت میں اس کا ایک مختصر خاکہ حسب ذیل فقروں میں اپنے احباب کے سامنے پیش کر کے بڑی الحاح کے ساتھ یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس آسان سبق کو "آسان سمجھ کر" نظر انداز نہ کریں یا بہت مشکل اور کٹھن کہہ کر "ناقابل عمل" نہ سمجھیں اور ہم سب مل کر یہ سوچیں کہ جب چند مٹھی بھر صحابہ کرامؓ نے آپ کی سنت کو تمام دنیا سے منوا لیا تو ہم چالیس کروڑ سے زیادہ ہو کر اگر آپ کی سنتوں پر عمل کرنے سے خود بھی قاصر رہیں تو پھر ہم زندہ کس کام کیلئے ہیں؟

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہم میں اسلامی روح پھونک دے اور ہم نزاعات اور اختلافات سے دور رہ کر ہمدردی محبت و آشتی کے ساتھ پہلے خود پروانہ وار ان پر عمل کریں اور اس کے بعد اپنے گھر والوں اور اپنے اہل شہر اور جمیع برادران اسلام کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور ایک دوسرے کو طعن کرنے کے بجائے تعاون اور تناصر سے کام لیں اور سب مل جل کر ان کو اس طرح اپنائیں کہ ان کے ثمرات و برکات دیکھ کر کفار بھی ان پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ (سورہ ہود پ۱۲ ع۸)

میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک ہو سکے اور بن آنا اللہ کی مدد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

توحید کی اہمیت مسلمانوں کی جماعت حق جل وعلا کی توحید پر مبنی ہے اس لئے اس کو اپنا یہ امتیاز ہر ہر عمل میں قائم رکھنا گویا اپنی ہستی کا قائم رکھنا ہے اور اس کو فنا کرنا گویا اپنی ہستی کو فنا کر ڈالنا ہے اس لئے میں احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ

"اسباب" کے پیچھے اس طرح نہ پڑیں کہ دیکھنے والا ان کو "بندگان خدا" کے بجائے "بندگانِ اسباب" سمجھنے لگیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اسباب میں تاثیر رکھی ہے اور اسی لئے ہم کو ہر کام کے اسباب اور اس کی تدبیر کا حکم بھی دیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم اس تاثیر کے پیدا کرنے والے کو اعتقاداً اور عملاً گویا بھلا بیٹھے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک ملازم کی نظر اپنے افسر پر اور ایک تاجر کی نظر اپنے سیٹھ اور اپنی ہوشیاری پر اور مریض کی نظر اپنے طبیب پر اور خاندان کی نظر اپنے مربی پر بلکہ ایک قوم کی نظر اپنے رئیس مملکت پر اس طرح جا کر ختم ہو جاتی ہے کہ گویا زندگی کا مدار انہی پر باقی رہ گیا ہے، دل میں مشکوری ہوتی ہے تو صرف انہی کی' زبان پر مدح وثناء ہوتی ہے تو وہ بھی صرف انہی کی۔ اور خلاف کی صورت میں اگر شکوہ ہوتا ہے تو وہ بھی اس طرح پر کہ ہماری ناکامی کا تمام تر سبب گویا وہی ہے اس لئے ہمارے اعتقاد میں نہ سہی لیکن اعمال سے ایسا نظر آتا ہے کہ ہم نے اپنے نفع وضرر کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں سمجھ رکھی ہے۔

اسلامی معاشرت یہ ہے کہ ہم ہر ہر عمل میں "فاعل حقیقی" حق سبحانہ وتعالیٰ کو یقین کریں اور "اسباب" کو صرف مشیت ایزدی کا مظہر تصور کریں اور اپنے ہر ہر نفع وضرر کو مالک حقیقی کی طرف سے سمجھیں یعنی علاج سے اگر فائدہ ہے تو زبان سے یہ بھی کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوا نے فائدہ دیا، تجارت میں اگر نفع ہے تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس سال ہم کو بہت نفع ہے۔ اسی طرح اگر ملک آرام میں ہے تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہم کو ایک عادل اور مہربان حاکم عطا فرمایا

یہاں یہ عذر ہرگز نہ کریں کہ ہمارے سب کے دلوں میں یہی بات ہوتی ہے لیکن ہم صرف زبانی طور پر اس نسبت کو استعمال نہیں کرتے ـــــ میں اپنے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ زبانی طور پر اسی نسبت کو اپنی معاشرت کا جزو بنائیں تاکہ جو قوم ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہٗ کے نام پر بنی ہے وہ اپنی جملہ خصائص میں ممتاز نظر آئے اور ایمانی غیرت اور اللہ تعالیٰ کی حق شناسی کا تقاضا بھی یہی ہے۔

قدیم مسلمانوں میں اس گہری حقیقت کی عادت اس طرح پڑی ہوئی تھی کہ ان کی زبانوں پر دن بھر میں بے گنتی "الحمد للہ"، "ماشاء اللہ" اور "ان شاء اللہ" اور "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" اور "حسبنا اللہ" اور "انا للہ" اور "بفضلہ تعالیٰ" کے مبارک کلمات جاری رہتے تھے۔ درحقیقت یہ کلمات اور اسلامی عادت اسی عقیدہ کی تذکیر اور تازگی کے لئے سکھائے گئے تھے۔ اس لئے میں اپنے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنی معاشرت میں تا امکان ان کلمات کو اسی تصور کے ساتھ زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائیں اور بیوقوفوں کے بہکانے سے ان عادات کو معمولی نہ سمجھیں۔

تعدیہ امراض اسی طرح امراض کا ایک دوسرے کو لگ جانے کا خیال بھی ہماری اسباب پرستی کا نتیجہ ہے۔ موجودہ تحقیقات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن شرعی تحقیقات یہ ہے کہ جس نے پہلے شخص کو مرض میں مبتلا کیا اسی نے دوسرے کو بھی مبتلا کیا ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ بعض مرتبہ گھر میں وہ مرض دوسروں کو بھی پیدا ہو جائے لیکن اگر قادر مطلق پر نظر رہے تو کیا پھر اس مرض کے پیدا ہونے کو اسباب کے بجائے مشیت الٰہی کے سپرد کر دینا بہتر نہیں ہے؟ کیا اس کی مشیت اور اس کا ارادہ اسباب کے برابر بھی تاثیر نہیں رکھتا؟ والعیاذ باللہ۔

بات یہ ہے کہ ہر شخص جو ضعیف الاعتقاد ہو وہ اپنے اسباب پرستی کی تاویل کرنے کے لئے یہ کہدیا کرتا ہے کہ میں خدا کی قدرت کا منکر نہیں لیکن قدرت کی عادت یہی ہے کہ جب ایک متعدی مرض گھر میں گھُستا ہے تو وہ دوسروں کو بھی لگ جاتا ہے۔ مسلمان کی توحید کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو خدائیتعالے کی مشیت اور ارادہ سے منسوب کرے اور جب یہ ہوگا تو پھر اسباب ان کی نظروں میں بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے اور دوسری طرف خدائیتعالیٰ کی قدرت پر اعتماد اگر نصیب ہو گیا تو یہ ہوگا کہ پھر اسباب کی تاثیر کا راز فاش ہو کر رہ جائیگا۔

صحت نیت سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر کام کے شروع میں اپنی نیت درست کریں۔ عبادتوں میں تو اللہ تعالیٰ نے اس نیت کو فرض قرار دیا ہے اور پھر ہر عمل میں بھی حسنِ نیت کی ترغیب دی ہے اس پر یہ کرم در کرم فرمایا ہے کہ ہماری لفظی نیت کو اس عبادت کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھ لیا ہے خواہ دل میں اس کے اندر کچھ کھوٹ بھی باقی رہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج کرتے ہیں اور زبان سے یہ کہدیتے ہیں "واسطے اللہ کے" اور بس اتنی سی نیت ہماری عبادت کی ادائیگی کیلئے کافی ہو جاتی ہے حالانکہ دل میں سو طرح کا کھوٹ موجود ہوتا ہے۔

میری نصیحت یہ ہے کہ کم از کم ہم یہ عادت ڈال لیں کہ ہم اپنے ہر کام کے شروع میں یہی خیال دل میں کر لیا کریں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہا ہوں کھانا پیتا ہے تو اس لئے کہ یہ خدائیتعالیٰ کی دی ہوئی جان کا حق ہے اور اس کی عبادت کی ادائیگی میں "قوت کا ذریعہ" ہے کپڑا پہنتا ہو تو اس لئے کہ وہ "ستر پوشی" کا ایک ذریعہ ہے اسی طرح اپنی ہر ہر ضروریات میں اس نیت کے پیدا کرنے کی سعی کریں تاکہ ہماری

دنیا بھی دین سے بدل جائے اور اس کے پیچھے نہ پڑیں کہ یہ نیت بھلا ہم کہاں کر سکتے ہیں۔ بس ایک عادت بنا لیں اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالنے والا ہے۔

اسی طرح جو معاملات ہمارے دوسروں کے ساتھ ہیں مثلاً یہ کہ ہم کسی کے ساتھ کوئی ہمدردی کریں تو یہاں بھی ہماری نیت خالص اور للّٰہ ہونی چاہیئے۔ دنیا میں بہت سے کفار بھی دوسرے انسانوں کی ہمدردی کرتے ہیں اور ان کی مدد بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ خدا تعالیٰ کو صحیح طور پر نہیں پہچانتے اور صحیح طور پر اس پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ اس کو صرف اچھی صفت اور انسانیت کی خدمت سمجھ کر کرتے ہیں ــــ اسلامی ہمدردی کی خصوصیت اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ وہ یہاں بھی ایک وحدہ لاشریک کی "رضا جوئی" کے لئے یہ خدمت سکھاتا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ پھر وہ کسی سے نہ اس کے بدلے کا طلبگار رہتا ہے اور نہ اس کی تعریف کا متمنی ہوتا ہے بلکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کا علم بھی کسی کو ہو چہ جائیکہ شہرت۔

دوسری قومیں ان صفات میں مسلمان سے خواہ کتنی بھی آگے بڑھ جائیں لیکن چونکہ ان کو وہ نیت نصیب نہیں تو پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کی نظروں میں اس کا وہ مرتبہ بھی نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قدم قدم پر صرف ایک اس کی ذات پاک کی رضا پیش نظر رکھتا ہو اور دوسرا وہ کہ جو اس کو جانتا تک نہیں یہ دونوں برابر ہو جائیں۔ نیت کے اسی تفاوت کی وجہ سے ہمارے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عملوں میں اتنا بڑا تفاوت پڑ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ اگر میرے صحابہ جو کی ایک مٹھی راہِ خدا میں خرچ کریں اور تم اُحُد کے برابر سونا تو بھی میزانِ آخرت میں وہ اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

اس اخلاص کے علاوہ بھی ان کی اس مقبولیت کے کچھ اور بھی اسباب تھے جس کا تذکرہ بیان کرنا موجب طوالت ہے۔

شکر نعمت کی تاکید اور کفران نعمت سے احتراز

ہر نعمت پر ہم شکر کی عادت ڈال لیں خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ قدیم مسلمانوں کا طریقہ تھا کہ وہ ہر کام کو "بسم اللہ" سے شروع کرتے تھے خواہ وہ کھانا ہو یا پینا، اوڑھنا ہو یا پہننا، اور یہی بسم اللہ ان کے اعمال میں نیت کے قائم مقام بن جاتی تھی۔ اسی طرح ان کی زبانوں پر الحمد للہ جیسے شکر کے کلمات چڑھے ہوئے تھے۔ اب ہماری معاشرت میں "بسم اللہ" اور "الحمد للہ" کے مبارک کلمات گم ہوتے چلے جا رہے ہیں اس لئے اس آسان بات کو اپنی زندگی میں پھر داخل کرنا چاہئے اور کثرت سے اس کی عادت ڈالنی چاہئے کہ ارادہ اور بے ارادہ یہ کلمات زبان پر جاری ہو جائیں تاکہ "عباد اللہ" "عباد دنیا" سے ہر وقت محسوس طور پر ممتاز نظر آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں ہمارے گرد و پیش میں چھا جائیں۔ قرآن کریم میں ہے:۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (یعنی اگر تم شکر ادا کرتے رہوگے تو میں اپنی نعمتیں تم کو اور زیادہ دوں گا) یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ نعمتوں کی شکرگذاری صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کلماتِ شکر زبان سے ادا کئے جائیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ نعمتوں پر عبادتوں کی کثرت ہو اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں ان کو اس طرح پر صرف کیا جائے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کا موجب ہو۔ مثلاً اگر کسی تاجر کو اللہ تعالیٰ نفع دیتا ہے تو اس کا شکر یہ نہیں ہے کہ زبان سے الحمد للہ کہہ کر اس کو خلاف شرع مقامات پر خرچ کردے بلکہ یہ ہے کہ وہیں خرچ کرے جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں خرچ کرنی چاہئیں تاکہ ان کے برمحل صرف

ہونے سے حق تعالیٰ کی رحمتیں اور نازل ہوں اور دونی دونی برکتیں اتریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب یہ دیکھا کہ راتوں کو کھڑے کھڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں پر ورم آگیا ہے تو عرض کی یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں جبکہ آپ کے رب نے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں سب بخشدی ہیں تو آپ نے یہی جواب دیا "افلا اکون عبداً شکوراً" (یعنی کیا میں اس کا شکرگذار بندہ نہ ہوں) یعنی نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت جتنی بڑھتی جائے اتنی ہی اور دونی ہوتی چلی جائے۔

اسی کے ساتھ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ناشکری سے حد درجہ پرہیز کیا جائے صرف زبان سے نہیں بلکہ اس طرح بھی کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے لاپروائی نہ برتی جائے اور نہ ان کو کم یا گھٹیا درجہ کا سمجھا جائے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف قسم کے انسان پیدا کئے ہیں کسی کو امیر بنایا ہے کسی کو غریب۔ یہاں غریب کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی امیر کو دیکھ کر یہ کہے کہ نعمتیں مجھ کو کیوں نہیں دیں، اسی طرح امیروں میں بھی کسی کو بڑا بنایا ہے کسی کو چھوٹا۔ یہاں بھی چھوٹے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ مجھ کو اس جیسا بڑا امیر کیوں نہیں بنایا بلکہ غریب کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ غریب کو دیکھے اور چھوٹے امیر کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے سے کم حیثیت امیر کی طرف نظر کرے اور یہ دونوں خدا کی نعمت کی شکرگذاری اس طرح کریں کہ اگر وہ کسی سے کم ہے تو بہتوں سے زیادہ بھی ہے خدانہ کردہ اگر کم و بیش کی بحث میں پڑکر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی عادت پڑگئی تو پھر اندیشہ ہے کہ جو نعمتیں دیدی گئی ہیں کہیں وہ بھی نہ چھین لی جائیں، والعیاذ باللہ۔ اسی لئے فرمایا ہے: وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (یعنی تم میری ناشکری کروگے تو یاد رکھنا میرا عذاب بھی سخت ہے)۔ اس لئے میں یہ تاکید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے شکرگذار بندوں میں شامل ہونے کی بے انتہا کوشش کریں اور ناشکری میں داخل ہونے سے پناہ مانگیں،

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (یعنی میرے ایسے بندے کم ہیں جو ہمیشہ میرے شکرگذار ہیں) یعنی جب ایسے بندے کم ہیں پھر پورے شکرگذار بنکر اپنی قدر بڑھاؤ۔

شعائر اللہ کی محبت اور ان کی عظمت

میں مسلمانوں کو عامۃً اور اپنے احباب کو خاصۃً یہ تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ایسے طریقے پر کریں کہ شروع ہی سے ان پر اسلامی عقائد اور اسلامی معاشرت کا رنگ پختہ ہوتا چلا جائے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک اور بیت اللہ شریف کی عظمت اور ہیبت اور انس و محبت کے ایسے نقوش قائم ہو جائیں کہ پھر وہ کسی طرح بھی نہ مٹ سکیں، جہاں تک اسوقت مجھ کو یاد ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان تین چیزوں کو شعائر اللہ کا مصداق قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم کو اللہ جل شانہ کے خوف خشیہ کا اثر فرمایا ہے قرآن پاک میں ہے: "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے فوائد میں یاد پڑتا ہے کہ یہ لکھا ہے یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدا، واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے شعائر کا ادب ضرور کرے گا یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے۔

خدا تعالیٰ کا عشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو خاص طور پر اس کی طرف منسوب ہو جائے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کے سامنے اس قسم کے تذکرے کیا کریں کہ ان کے دلوں میں شعائر اللہ کی محبت فطری بن جائے اور کسی دلیل اور برہان کی ضرورت باقی نہ رہے (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ کے اصحاب اہل بیت کرام اور امہات المومنین کی محبت اور درجہ بدرجہ علماء ربانین کی محبت بھی آجاتی ہے۔ (۲) اسی طرح قرآن پاک کے ضمن میں حفاظ صالحین کے طبقہ کی محبت و عظمت اور حدیث شریف کی اہمیت جو کہ

قرآن شریف کی تفسیر کا دوسرا نام ہے۔ (۳) بیت اللہ کے ضمن میں مقامات مقدسہ اور جملہ مساجد سے ربط قلبی اور دل و دماغ میں ان کی محبت اور عظمت بھی آجاتی ہے پھر یہی محبت و عظمت سارے دین پر انہی شعائر کے تناسب سے چھاتی چلی جاتی ہے۔

دین میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو خاص مقام حاصل ہے اس لئے بچوں کے کان ابتدا سے ان ناموں سے مانوس رہنے چاہئیں اور جب وہ ان کو عملاً ادا کرنے کے قابل ہو جائیں تو ان کا عامل بنا دینا چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرعی اماکن مقدسہ اور اشخاص محترمہ اور اسی طرح ایام مبارکہ جیسے یوم جمعہ و عشرۂ ذی الحجہ و عیدین وغیرہ کا اہتمام ہماری اسلامی معاشرت کا ایک جزو اہم ہے۔ ۱۰۹۷۲

معاشرت کی بعض ضروری اصلاحات

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب جتنی تاریکی میں تھا تاریخ اس کی شاہد ہے حلال و حرام کو جاننا اور پہچاننا اور پاکی و ناپاکی میں تمیز کرنا اور دائیں بائیں میں فرق کرنا تو کجا وہ محارم غیر محارم میں بھی فرق کرنا نہیں جانتے تھے، کھڑے کھڑے پیشاب کر لینا کھانا پینا تو ان کی ایک عام عادت تھی، عریانی ان کی مردانگی کا جوہر شمار ہوتا تھا اور ستر پوشی زنانہ خصلت سمجھی جاتی تھی رقص و سرود شراب و کباب ان کی ضیافت اور مہمان کی تواضع کا سب سے بڑا جزو تھا، پاکی و ناپاکی سے قطعاً ناآشنا تھے، مردار و مذبوح کے فرق سے یکسر بے بہرہ تھے، ان کی زندگی کے ان عیوب کو کہاں تک شمار کیجئے سب کو معلوم ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر ان کے اس گندہ معاشرت کی اصلاح فرمائی بلکہ معاشرت کی از سر نو تعمیر کی جو بادشاہوں کی نظر میں اونچا معاشرہ سمجھا جانے لگا لیکن اس بدقسمتی کے دور میں ہم نے چن چن کر اپنی پرانی تاریخ کو پھر اختیار کرنا شروع کیا اور اسلامی

معاشرت کو فراموش کرکے اسی کفر کے معاشرے کی راہ اختیار کی اس لئے بچوں کی تربیت میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ان کے دماغوں میں ابتدا ہی سے اسلامی معاشرت کے اصول اس طرح ڈالدیئے جائیں کہ بڑے ہونے کے بعد ان کی طبیعت ثانیہ بن جائیں، جیسے حلال و حرام، پاکی و نجاست، دائیں بائیں کے فرق، یہ چیزیں وہ ہیں جن کو دوسرے مذاہب میں کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ اسی طرح مرد اور عورت کی حیثیات کا تفاوت، مردار اور مذبوح کے فرق پاکی اور ناپاکی کی طرح اسلام ہی نے سکھائے اور بتائے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ ان کے دلوں میں شروع سے ان چیزوں کی کراہیت پیدا کردی جائے جو اسلام کے نظریہ سے حرام ہیں جیسے شراب، سور کا گوشت، ان کی کراہیت ہمارے بچوں کے دلوں میں پیشاب پاخانہ سے زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ پیشاب و پاخانہ کسی قوم کی خوراک کا جزو نہیں۔ اور آجکل کی متمدن دنیا میں شراب اور سور کا گوشت اس کی خوراک میں صرف شامل ہی نہیں بلکہ اس کا بہت اہم جزو ہے۔ اسی طرح رقص و سرود، گانا بجانا، جاندار کی تصاویر یہ سب اسلامی معاشرت میں انتہا درجہ مکروہ (بُری) سمجھی جاتی ہیں۔ اسلام نے کھانے پینے، اوڑھنے بچھانے اور پہننے کے بھی اصول مقرر کردئے ہیں، نئے تمدن میں کھڑے ہوکر کھانا پینا ہمارے زمانے کی ایک اعلیٰ تہذیب شمار ہوتی ہے جس کا اصطلاحی نام "بوفے" ہے، میز کرسی اور جوتے پہن کر کھانا بھی قصۂ فرسودہ بن چکا ہے۔ لباس میں شرعی نقطۂ نظر سے ستر پوشی سب سے مقدم سمجھی گئی ہے اور نئی تہذیب میں یہی سب سے بڑا عیب ہے کپڑے کے اقسام میں اور کھانے کے اقسام میں اب کوئی فرق حلال و حرام پاکی اور ناپاکی مردار اور مذبوح کا باقی نہیں رہا اور بائیں ہاتھ سے کھانا پینا تو گویا اب عوام کے نزدیک بھی کوئی عیب باقی نہیں رہا عورتوں کے حالات پر نظر کیجئے تو ابھی وضع قطع کی بحث کو رہنے دیجئے اس سے بدتر یہ ہے کہ ان کو سر کے بال کاٹنا گویا شرافت کے لوازم میں شمار ہوتا ہے حالانکہ

اسلامی تہذیب میں جہاں بال تراشنا ضروری ہے یعنی حج کے احرام سے نکلنے کیلئے وہاں بھی عورتوں کے لئے حلق مسنون ہونے کے بجائے "حرام" ہے اور "قصر" کرنا بھی صرف ایک انگشت کافی ہے نئی تہذیب میں باریک سے باریک کپڑا پہننا عورتوں کی زینت شمار ہوتا ہے بازو اور سینہ کا عریاں رہنا ان کے لباس کی لازمی ساخت قرار دیدی گئی ہے سینما دیکھنا تو زندگی کا ایک ایسا جزو لازم قرار دیدیا گیا ہے جس میں بچے سے لیکر بوڑھے تک شریک ہوتے ہیں اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کو بھی یہاں کوئی استثنا نہیں ہے شریعت نے انسانی زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ گوشوں کے متعلق قواعد مقرر کردیئے ہیں حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کرنے کیلئے بھی یہ سارا کا سارا باب ہی ہماری زندگی سے غائب ہوچکا ہے مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرنا تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں رہا اور فلش سسٹم نے تو اس کو اب ناممکن بنا دیا ہے جدید پاخانوں کے طریقہ استعمال کے سیکھنے کے بعد ناپاک پانی کی چھینٹوں سے بچنا بھی کوئی ضروری نہیں رہا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جدید طرز لباس کے ساتھ عادت بنتا جارہا ہے ستر پوشی کو جدید تہذیب میں کوئی مقام ہی حاصل نہیں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھکر پاجامہ بدل لینا اور باتیں کرتے رہنا مہذب طبقہ کے نزدیک کوئی عیب نہیں کھانے پینے میں ہماری وہم پرستی کا عالم یہ ہے کہ ایک دوسرے کا جھوٹا پینا اور کھانا، ایک دوسرے کے تولیہ سے ہاتھ پونچھ لینا گویا جہالت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ گھر بیٹھے ہوئے خود دوسرے کی بیماری خرید لینے کے مرادف ہے۔

مکان کی زیب و زینت کے متعلق کیا کہا جائے کہ زندہ کی تصاویر کا ہونا بھی گویا لازم ہے کھانے پینے کے برتن، اٹھنے بیٹھنے کیلئے قالین اور صوفوں اور پہننے کے کپڑوں پر اگر تصاویر نہ ہوں تو وہ گھر بہت ارذل سمجھا جاتا ہے اسی طرح ملاقات کیلئے "السلام علیکم

"ورحمۃ اللہ" کہنا اور چھینک کر "الحمد للہ" کہنا کسی کی موت پر "انا للہ" پڑھنا یہ سب اونچے طبقہ کیلئے گویا مذہبی تعصب سے زیادہ اور کچھ نہیں، مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانا اور میت کے رشتہ داروں سے تعزیت ہماری روشنی پر موقوف ہی لیکن ہماری معاشرت سے خارج ہو چکا ہے اور صرف وہ بھی بڑے لوگوں کے ساتھ محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

پیدائش کے وقت بچوں کے کانوں میں اذان اور مرتے وقت لیس شریف پڑھنے کیلئے تو کوئی موقع ہی نہیں رہا کیونکہ آخر دم تک انجکشن کا سہارا ہماری زندگی کا جزو ہو گیا ہے، جس کے لئے بعید سے بعید مقامات سے بڑی سے بڑی فیس پر ڈاکٹروں کو بلانا گویا قرابت کا حق ادا کر دینا شمار ہوتا ہے اور یس شریف کی طرف اگر کسی کا خیال جائے بھی تو اس کے لئے کسی حافظ کی تلاش کرنے کی ذلت کون اٹھائے؟

یہ چند مثالیں اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ ہم سب مل کر اپنی کتاب زندگی کے اوراق لوٹائیں اور ایک بار ان کو غور کے ساتھ پڑھیں اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ خود انصاف کر لے کہ ان مقامات پر بھی ہمارے دین کی کچھ ہدایات موجود ہیں؟ اور آج ہم کس حد تک ان پر عامل ہیں یہ صرف دوسری اقوام کی صحبت و محبت کے نتائج ہے ان ہدایات کے مخالف طریقے ہماری زندگی کا ایسا جزو بن چکے ہیں کہ ان کو علیحدہ کرنا گویا کہ ایک عزیز تر عضو کا کاٹ کر علیحدہ کرنا ہے یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس عظیم خطرہ کے پیش نظر ہے جس کے بادل ہمارے آسمان زندگی پر چاروں طرف سے گھرتے چلے آرہے ہیں ـــــ غور کرنا یہ ہے کہ یہ ہماری اسلامی زندگی اور ہماری قومی بقا کے اسباب ہیں یا بنیادی معاشرت کا شیرازہ بکھیرنے کے آثار ہیں۔ دنیا کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ جب کوئی قوم کسی دوسری قوم کو فتح کرنا چاہتی ہے تو اگر اس میں فہم ہو تو وہ صرف ہتھیاروں کے ذریعہ ان کو فتح نہیں کرتی بلکہ سب سے پہلے ان کی زبان اور معاشرت پر قبضہ کرتی ہے اس کے کچھ

عرصہ بعد یہ قوم خود بخود اپنے ہتیار ڈال کر اس قوم میں شامل ہو جانا اپنے لئے باعث فخر سمجھنے لگتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

اور جب کسی قوم کی تہذیب اور اس کا تمدن اس طرح فنا ہو جاتا ہے تو پھر ان کا پتہ چلانے کیلئے طبقات الارض کے ماہرین کو بیسیوں فرلانگ زمین کھود کھود کر صحیح پتہ چلانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیا مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ کرۂ ارض کے "فاتح" بن کر پھر اس طرح مفتوح ہو جائیں کہ ان کی تہذیب کے آثار کا پتہ چلانا بھی مشکل ہو جائے ——— میری گذارش جو کچھ ہے وہ صرف اس بد نصیبی پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حقیقی درد یہ ہے کہ فردا محشر میں ہم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے جن پر ہم ایمان لانے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اپنے خالق کے سامنے کس منہ سے آئیں گے جس نے ایسا عظیم الشان رسول بھیجکر ہمارے لئے زندگی کے ہر ہر گوشہ کا ایک ایسا پسندیدہ نظام بھیجدیا تھا جس سے بہتر دنیا کی آنکھوں نے نظام زندگی نہیں دیکھا اور نہ وہ دیکھ سکتی ہے جس کو اگر ہم نے برباد کیا تو خود برباد کیا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو)۔

شعائر اسلام کا مذاق یا تحقیر کرنا

اب تک جو توجہ کیا گیا وہ تو اس کا تھا کہ ہم اسلامی معاشرت کو جس کا دوسرا نام "اسوۂ حسنہ" اور "اتباع سنت" ہے کتنا فراموش کر چکے ہیں اب ایک دوسری خطرناک بات پر تنبیہ کرنی ہے جس کی طرف ہمارے قدم اب کچھ کچھ اٹھتے جا رہے ہیں یعنی اپنی معاشرت اور تہذیب کی اہانت اور اس کا استہزاء و تمسخر اور اس سے بڑھ کر شعائر دین اور عبادات اور عقائد کا یہ استہزاء معمولی بات نہیں بلکہ شریعت کی کسی ادنیٰ بات کی حقارت کرنا ایک قدیم العہد مسلمان کو کفر کی سرحد پر لا کر کھڑا کر سکتا ہے اور یہ حیلہ بنانا کہ یہ صرف ایک ظرافت یا گفتنی تھی عقیدے کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ اسلام و ایمان کی حقیقت

ناواقفیت کا نتیجہ ہی، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (یعنی اگر تم منافقین سے ان کے استہزاء کے متعلق ان سے دریافت کروگے تو وہ یہ عذر کریں گے کہ یہ تو صرف بات چیت اور دل لگی تھی تم کہدو کہ کیا دل لگی کیلئے اللہ اور اس کا رسول ہی رہ گیا ہے لو بہانے مت بناؤ) اپنی اس ناشائستہ حرکت کی وجہ سے اپنے ایمان کے اظہار کے بعد تم کافر ہو گئے۔ (افسوس)۔

آیاتِ بالا جنگِ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہیں جہاں منافقین نے مسلمانوں کا مذاق بنا کر یہ کہا تھا کہ یہ بھوکے ننگے قیصرِ روم کی باقاعدہ فوجوں سے بھلا کیا جنگ کرینگے وغیرہ وغیرہ، یہ منافقین کافر تو پہلے ہی سے تھے اور جب تک دل کی گہرائیوں میں کفر چھپا ہوا نہ ہو ایسی باتیں منہ سے نکل ہی کب سکتی ہیں لیکن اس تمسخر کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھپے ہوئے کافروں سے نکل کر کھلے ہوئے کافروں میں داخل ہو گئے اس لئے دین کے احکام یا مخلص مسلمانوں کا تمسخر کرنا بھی بہت بڑی خطرناک بات ہے۔ بدقسمتی سے اس زمانہ میں عقائد سے لیکر اعمال تک اور احکامِ شریعت سے گذر کر اسلامی عام معاشرت کا مذاق اڑانا گویا فیشن میں داخل ہو گیا اور سائنس کی ترقی کا ایک ثبوت سمجھا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ مثلاً یہ کیسا غضب ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ جنت جو اس نے ہم مسلمانوں ہی کیلئے تیار کی تھی اور وہ دوزخ جو اس نے اپنے منکرین کیلئے بنائی تھی اور اس کے وہ مقدس فرشتے جو اپنی مخلوقات کی خدمت کیلئے مقرر فرمائے تھے آج ان میں سے کسی نہ کسی کا مذاق اڑانا ہماری محفلوں کا ایک دلچسپ مشغلہ بنا ہوا ہے، کیا اس کے بعد بھی یہ امید لگانا معقول ہے کہ جس جنت کا ہم نے دیدہ و دانستہ مذاق اڑایا ہے اسی میں ہم داخل کئے جائیں گے، قبر اور عالمِ برزخ کی پر اسرار زندگی، حشر نشر اور حسابِ کتاب اور میزان و صراط کے وہ ہولناک مناظر جن کو سن سن کر مسلمان کبھی بدحواس ہو جایا کرتے تھے آج ان پر ہنس ہنس کر ہم اپنی

دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نماز کا نام اٹھک بیٹھک روزے کا نام فاقہ اور حج و قربانی کا نام "اضاعت مال"۔ کیا ان ناپاک الفاظ کے بعد ہمارا اسلام سے کوئی تعلق رہ جاتا ہے؟ کیا قرآن پاک کے حفظ کو دماغ خراب کرنے کی تعبیر اور اس کے مقدس الفاظ کی تلاوت کو بے معنی سمجھنا اور اس کی تفسیر پر پھر جاہل کی جرأت کر لینا یہ اس شخص سے ممکن ہے جس کے قلب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وجلال کی کوئی چمک موجود ہو یا یہ وہ سبق ہے جو عیسائیوں اور کافروں نے پڑھایا اور بے سمجھے بوجھے ہم نے رٹ لیا۔

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا وہم بھی دل میں لانا چہ جائیکہ کسی کو نبی مان لینا یا ایسے اشخاص سے ادنیٰ سے ادنیٰ تعلق بھی رکھنا بلکہ ان سے انتہا درجہ کی نفرت نہ کرنا کیا یہ اس شخص سے ممکن ہے جس کے قلب میں آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت قائم ہو چکی ہو؟ کیا یہ غضب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ تو بڑی بلند آہنگی سے کئے جائیں اور جب صحیح سے صحیح حدیثوں کا نمبر آئے تو اپنی کج فہمی اور محض ناواقفیت اور سائنس اور جدید علوم سے مرعوبیت اور دشمنان اسلام کے جاہلانہ اعتراضات سے تاثر کی بدولت ان کا یکلخت انکار کر دیا جائے اور اس کو معقول بنانے کیلئے عذر گناہ بدتر از گناہ کے حیلے بنا لئے جائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی تیرہ سو سالہ [۱۳۰۰] زندگی میں جن مشاہیر علماء اور عقلاء نے اس سلسلہ میں خدمات کیں وہ صرف ان کے الفاظ میں ایک دماغی تعذیب تھی ان لغویات کو ماننا تو درکنار سننا بھی وہی شخص گوارا کریگا جس کو اسلامیات سے کوئی دلچسپی نہیں وہ یہ جانتا ہی نہیں کہ اسلام ایک قدیم مذہب ہے اور جو مقدس ترین جماعت کے واسطے سے ایک اعلیٰ ترین امانت کے طور پر بڑی سہولت کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں مستند طریقوں سے آگیا ہے بلکہ اس کے نزدیک اسلام کی حقیقت وہ ہے جو اس نے جدید تعلیم کی روشنی میں

تازہ بتازہ اپنے دماغ سے تیار کرلی ہے گویا اسلام نیچے سے چل کر اوپر کو پہنچا ہے اور اوپر سے آکر ہم تک نہیں پہنچا اس لئے وہ اپنے دماغی تراشیدہ نقشے کے خلاف اگر قدیم کتابوں میں کوئی ادنیٰ یا اعلیٰ بات دیکھ پاتا ہے تو بڑی بیباکی سے اس کو دقیانوسی باتیں کہہ کر قلم زد کر دیتا ہے اور اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اسلام وہ نہیں جو آج اس نے بیٹھ کر اپنی رائے سے بنا لیا ہے۔

گذشتہ زمانے میں کفر کے تاثرات سے جب اسلام کی شکل و صورت کو اس طرح بگاڑنے والے پیدا ہوئے ہیں تو انھوں نے یہی کہا ہے کہ "اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ" لیکن قرآن پاک نے ان کی تکذیب کی "اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ"۔ اس جگہ اس بگڑے ہوئے نقشے کی تفصیل نہیں بلکہ مختصر طور پر اپنی تہذیب و تمدن اور اپنے عقائد و اعمال بلکہ اپنے دین و مذہب ہی کے استہزاء کی چند مثالیں ذکر کرنی مقصود ہیں۔ یہ ذہنیت کبھی علمی رنگ میں اور کبھی بے عملی کے رنگ میں ہمارے نوعمروں میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ جس کو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت و محبت رکھنی فرض و واجب ہو اور یہی اُنس محبت ایمان کی حقیقت ہو کیا اس کے دل کا تقاضا یہ ہونا نہیں چاہئے کہ وہ آپ کی وضع قطع آپ کے عادات و اخلاق، آپ کے لباس و طعام اور آپ کی زندگی کے گوشے گوشے کو تلاش کرے؟ مگر یہاں تو غضب یہ ہے کہ دعویٰ محبت کا اور داڑھی رکھنے کا مذاق، نیچے کرتے کا مذاق، ٹخنے سے اوپر پاجامے کا مذاق، سر پر پٹھے (زلفیں) رکھنے کا مذاق، ایک جگہ بیٹھ کر ایک برتن میں کھانے کا مذاق، کھانے کے بعد انگلیوں پر لگا ہوا کھانا چاٹنے کا مذاق، جھوٹا پانی پینے سے نفرت اور اس کا مذاق، اور اس کے برخلاف داڑھی مونڈنا، ٹائی لگانا جو عیسائیوں کے ہاں صلیب کی نشانی ہے اور سب انگریزوں یا کافروں کے طریقوں کو اپنے گھروں میں رائج کر لینا بلکہ اپنے بچوں کو ایسی فضا میں تربیت دینا کہ ان کی عہد طفولیت میں ان کی معصوم لوح پر

کفر کے یہ بدنما نقوش ایسے گہرے قائم ہو جائیں کہ آئندہ زندگی میں اسلامی معاشرت ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آنے پائے حتیٰ کہ جب کوئی منادی حق ان کو تفہیم کی کوشش کرے تو وہ بڑے فخر کے ساتھ وہی کہدیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آیاتِ الٰہیہ کو سنکر بطور فخر کہدیا جاتا تھا" وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ" (یعنی اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہیں) یہود اپنی تعریف میں کہتے تھے "ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں بجز اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی ہم کسی کی چاپلوسی سحر بیانی یا کرشمے اور دھوکے کی وجہ سے ہر گز اس کی متابعت نہیں کرسکتے" حق تعالیٰ نے فرمایا "بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا" (وہ بالکل جھوٹے ہیں بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اس لئے کسی طرح دین حق کو نہیں مانتے اور بہت کم دولتِ ایمان سے مشرف ہوتے ہیں۔

غلط اعمال کی غلط تاویل شیطان کا فریب ہے

شیطان کا ایک بڑا فریب یہ ہے کہ جب وہ کسی کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرتا ہے اور اسی کے دلائل دماغ میں ڈال دیتا ہے اس لئے نادان انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہے یہ بہت معقول بات ہے مثلاً عورتوں کی بے پردگی آج اس کی مضرت دنیا پر روشن ہو چکی ہے اور اس کے نتائج بد مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن جب کوئی عمل بار بار سے بد تر ہم اختیار کر لیتے ہیں تو کج فطرتی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ وہ اسی کے استحسان کے دلائل اور ایک خوبصورت بات میں بے وجہ عیوب پیدا کرنے لگتا ہے۔

آپ سوچیں کہ انسانی زندگی میں شادی کتنی اہمیت رکھتی ہے لیکن کیا اسلامی تاریخ میں دلہن کی رونمائی کی رسم کا کہیں پتہ ملتا ہے یا یہ سبق صرف مشرکین اور انگریزوں سے سیکھا ہے کہ جنھوں نے خنزیر کھا کھا کر اپنی حیاء کو کھو دیا ہے یعنی اپنی دلہن کو مزین کر کے اپنے احباب کے

درمیان بٹھانا اور اسی پر بس نہیں اس کے آگے بھی مراسم محبت کو ادا کرنا اور اس کے فوٹو لے لیکر ہر دوست کے گھر میں اسکی یاد کو تازہ رکھنا اور اس کو مختلف پیرایہ سے مستحسن ثابت کرنا اور اس حرام در حرام کے خلاف کا مذاق اڑانا اور اسلامی معاشرت کا استہزا کرنا کیا یہ ہماری زندگی کا جزو نہیں بن گیا۔ چلئے پردے کے بارے میں اگر آپ ہم سے کچھ الجھتے ہیں تو الجھیں لیکن کیا بے پردگی کی ان حدود پر بھی ہم سے الجھنا چاہتے ہیں جو وسیع ہوتے ہوتے بہت دور تک جا چکی ہیں، اسی طرح سینما دیکھنا، شراب نوشی اور جوا خواہ اسکی صورت کوئی بھی ہو، ان قبیح عادات کو اختیار کرنے کیلئے طرح طرح کے فوائد ان میں ثابت کرنا اور ان کی مضرتوں سے آنکھیں بند کر لینا اور اس کے منع کرنے والے پر قسم قسم کے آوازے کسنا کیا یہ ہماری عادات میں داخل نہیں ہے؟ اسی پر شادی اور غمی کی دوسری رسوم کو قیاس کر لیجئے۔

مراسم غم انسانی زندگی میں موت کا حادثہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے لیکن یہاں بھی نزع روح کے وقت میت کے ساتھ ہمارے فرائض کیا ہیں اور اس کی موت کے بعد اس کے ساتھ جانے اور اس کے دفن کے طریقے اور اس کے بعد کی سنت اور شریعت کی ہدایات کیا ہیں ہم کو اس کا کچھ علم ہے؟ کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے میت کو دنیا سے سنت کے مطابق طریقوں پر رخصت کریں یا یہ مناسب ہے کہ کسی مُلا کو خرید کر ان طریقوں کی تکمیل کریں جن کو ہم نے غلط طور پر دین سمجھ رکھا ہے۔ یہاں جب آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صرف زندگی نہیں بلکہ موت کے عظیم حادثہ میں بھی ایک ایک کر کے ہم نے کفار کی نقلیں شروع کیں اور اسکی کبھی سعی نہیں کی کہ ہم اپنی معاشرت کو بھی پہچانیں اور یہاں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے عمل کو دلائل سے حق بنانا اور اس کے خلاف کی بات کا اگرچہ وہ سنت ہی کیوں نہ ہو مذاق اڑانا اور اپنی قوت و شوکت کے بھروسے پر اسی کو منوانے کی کوشش کرنا۔

وراثت مال کے طریقے اسلامی معاشرت میں مالیات کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی لیکن ہم یہاں صفر کے برابر نظر آتے ہیں یعنی یہ وسیع باب بھی

دونوں جگہ ہماری رائے کے تابع ہے۔ "قانونِ وراثت" شریعت کا اتنا اہم باب رہا ہے کہ انگریزی قانون میں بھی مسلمانوں کے حق میں اسی کو قابل عمل سمجھا گیا ہے لیکن اس کی اجازت ہے کہ اگر کوئی چاہے تو اپنے رسم ورواج کے موافق بھی عمل کرسکتا ہے۔ سخت افسوس ہے کہ ایک مسلمان عدالت میں کھڑا ہوکر بڑی آسانی سے یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا فیصلہ رسم ورواج کے موافق کیا جائے اور یہ نہیں سوچتا کہ کل احکم الحاکمین کی عدالت میں اسلام کے دعوے کے ساتھ وہ اس کا کیا جواب دیگا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف دنیا عورت کے حقوق اپنے زعم باطل میں مردوں سے زیادہ بڑھا دینے میں کوشاں ہے اور اسی کوشش میں "پردے کو قید" اور "حبس بیجا" اور نہ معلوم کیا کیا کہہ کر توڑا جا رہا ہے تعلیم میں، ممبری میں، ملازمتوں میں حتیٰ کہ فوجی کارگذاریوں میں بھی یہ کوشش ہے کہ ان کو مردوں کے دوش بدوش رہنا چاہئے لیکن دوسری طرف جب تقسیم وراثت کا مسئلہ آتا ہے تو اس ضعیف صنف کا کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا۔ اور بڑی بے رحمی کے ساتھ اس کو شرعی حقوق سے محروم کردیا جاتا ہے۔ حالانکہ پیدا کرنے والے نے ہر ایک کی ذمہ داریاں دیکھ کر یہاں خود اس کا خیال رکھا ہے کہ ذمہ داری کے لحاظ سے مال تقسیم کیا جائے اور میت کے ساتھ قرب اور بعد کا لحاظ بھی رکھا جائے۔ قرآن کریم میں وراثت کی تقسیم کا ذکر فرما کر ارشاد ہے کہ جو کچھ ہم نے مال کی تقسیم بتائی ہے سراسر ہمارے علم وحکمت پر مبنی ہے تم اپنے جہل سے اس کو سمجھ نہ سکو گے "اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا" (یعنی تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ اور بیٹے میں کون تم کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے یہ حصہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے) خلاصہ یہ ہم نے اپنی زندگی اور موت کے معاملات میں بھی یہی شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ جو طریقہ ہم رائج کرلیں اسی کو بہتر اور عمدہ سمجھنے اور بنانے کی کوشش کریں اور شیطان کا یہی وہ سب سے بڑا مکر ہے جس کے بعد پھر انسان کو یہ توفیق نہیں رہتی کہ وہ حق کی راہ تلاش کرے شیطان کے اس دقیق فریب پہ

قرآن کریم نے کئی جگہ متنبہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ○" (یعنی شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوبصورت بنا دیا اور یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح راہ نہیں پا سکتے)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلٰى أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلٰى لَهُمْ ○" (یعنی جو لوگ مرتد ہو گئے اس کے بعد کہ حق اُن پر روشن ہو چکا تھا شیطان نے ان کو یہی صلاح دی اور دور دراز کے ان کے ساتھ وعدے کئے)۔

کفار کے تہواروں میں شرکت سے احتراز

مسلمانوں کے لئے جہاں شعائر اسلام کا احترام ضروری ہے جس کا سطور بالا میں بار بار تذکرہ کیا گیا وہاں کافرانہ رسوم اور تہواروں سے حتی الامکان اجتناب کرنا اس لئے لازم ہے کیونکہ وہ رسوم اور تہوار اسلام کے مخالف خیالات اور جذبات پر مبنی ہیں اور حق تعالیٰ کی نظر میں سخت ناپسندیدہ ہیں ایسے مواقع پر کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اس قسم کی خوشیاں منانے میں شرکت کرے اور کافرانہ رسوم کی شوکت بڑھانے میں معین ہو۔ اگر کسی مسلمان کو بسبب ملازمت یا کاروباری تعلقات کوئی مجبوری بھی لاحق ہو جائے تو انتہائی احتیاط سے کام لینا ضروری ہے پھر بھی قلبی کراہت اور استغفار سے غافل نہ رہے۔

جھوٹ بولنے اور قسم کھانے کی عادت

مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کی تربیت میں شروع سے جھوٹ بولنے کی نفرت پیدا کرنا ضروری ہے جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ اسلامی فطرت کے خلاف ہے اور اس کی عادت اللہ کی لعنت کا موجب ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: "لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں)۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ خالی کذب کی ممانعت اس قدر شدت کے ساتھ وارد ہوئی ہے تو جھوٹی قسم کھانا کس درجہ کی معصیت ہوگی ادنیٰ حیثیت کی اسلامی زندگی اس قسم کے عیوب کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

روزمرہ کی زندگی میں اکثر لوگوں کو لاپرواہی یا تفنن طبع طور پر قسمیں کھانے کی عادت

ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں یہ احتیاط کہاں باقی رہ سکتی ہے کہ ہر قسم پورے طور پر سچی ہو اس لئے جھوٹی قسم منہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے۔ رہا ارادۃً جھوٹی قسم کھانا تو یہ مسلمان کی شان ہی سے ممکن نہیں ہے اور ایسا عظیم الشان گناہ ہے جس کی زد ایمان پر پڑتی ہے اور اسکی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں والعیاذ باللہ لہذا مناسب یہ ہے کہ بدون کسی خاص اور اہم ضرورت کے مجرد قسم کھانے ہی سے پرہیز کیا جائے۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق

اس عنوان کے تحت جو حقوق بیان کئے جاتے ہیں ان سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ جو اسلامی حقوق ہمارے معاشرہ سے بالکل خارج ہو چکے ہیں یا بہت محدود دائرہ میں کچھ کچھ مستعمل ہیں وہ پھر عام طور پر مسلمانوں میں پھیل جائیں، شریعت کے یہ حقوق باہمی کسی خاص رشتہ پر موقوف نہیں بلکہ عام "اخوت اسلامی" کے حقوق ہیں اس لئے مکرر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان حقوق کی صحیح ادائیگی اسی وقت ہوگی جبکہ عام مسلمانوں کے مابین ان کو برتا جائے اصل یہ ہے کہ شریعت چاہتی ہے کہ عام مسلمانوں میں لوجہ اللہ محبت طبعی محبت کی طرح پیدا ہو جائے اور جو چیزیں اس راستے میں ممد معاون ہیں وہ ان میں باہم مروج کردی جائیں۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جنت میں تم اسوقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت کرو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا وہ بات بتاؤں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو تم میں وہ جذبات پیدا ہو جائیں اس کے بعد ارشاد ہوا وہ بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپس میں "السلام علیکم" کا کلمہ رائج کرو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لفظ سلام کی برکتیں کیا ہیں اور اس کے استعمال کا راز کیا ہے۔ آج افسوس ہے کہ ہم نے اس مقدس کلمہ کو اتنا ترک کر دیا ہے کہ اب اس کا استعمال بھی ایک دقیانوسی خیال بن کر رہ گیا ہے اور اس کے بجائے سلام کے جو طریقے خود ایجاد کئے ہیں وہ یا تو پرانی جاہلیت کی یادگار ہیں یا موجودہ تہذیب و تمدن کی غلط نقالیاں ہیں اس کے سبب سے بڑی برکات سے محرومی ہو گئی۔

اسی طرح مریض کی عیادت جنازہ کے ساتھ چلنا میت کے اقرباء سے تعزیت کرنا ضعیف کی امداد کرنا، خوش روئی سے ملاقات کرنا، مسلمان کی غیبت کہنے اور سننے سے پرہیز کرنا، تین روز سے

زیادہ ترک کلام نہ کرنا، کسی مسلمان کی طرف سے دل میں بغض اور کینہ نہ رکھنا وغیرہ، یہ اس قسم کے وہ حقوق ہیں جن کا تعلق صرف دوستوں کے ساتھ نہیں بلکہ عام مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اب اندازہ لگائیے کہ اگر مذکورہ بالا یہ چند صفات ہی ہم میں پیدا ہو جائیں تو باہم انس و محبت کا عالم کیا ہو جائیگا جس کا پیدا کرنا شریعت اسلامی کا ایک اہم مقصود ہے اور اس کے بغیر جنت میں داخلہ مشکل ہے اسلئے میں احباب کو متوجہ کرتا ہوں کہ ان حقوق کو معمولی مراسم سمجھ کر لاپرواہی نہ برتیں بلکہ یہ سمجھیں کہ خداتعالیٰ کی بیش قیمت جنت کا داخلہ انھیں حقوق کی ادائیگی پر بڑی حد تک موقوف ہے ان کی تفصیل علما سے معلوم کرلی جائے یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کی گئی ہے۔ احادیث میں ان حقوق کا باب بہت طویل ہے۔

آخری گذارش میں عوام و خواص کی خدمت میں یہ پیغام پہنچا دینا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ وہ خالص اسلامی معاشرت اختیار کرنے کی کوشش کریں، اور اب یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ اسلامی معاشرت سے میری مراد کیا ہے اور یہ کہ جس اتباع سنت کی دعوت دے رہا ہوں اس کا مطلب کیا ہے اس مختصر تحریر میں اتنی گنجائش نہیں اور نہ موجودہ حالت میں مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ میں اسلامی معاشرت کے رموز و اسرار جو بقدر اپنے ناقص علم کے اپنے دماغ میں رکھتا ہوں وہ لکھ سکوں اور نہ اس کی گنجائش ہے کہ حسن و خوبی میں موجودہ معاشرت کے ساتھ مقابلہ کرکے یہ دکھا سکوں کہ دنیوی لحاظ سے بھی اسلامی معاشرت کیا قدر و قیمت رکھتی ہے بس اتنا کہنا کافی ہے کہ خالق نے جو آخری شریعت ہمارے لئے بھیجی ہے وہ ہمارے دارین کی فلاح کا لحاظ کرکے رکھی ہے کیا کروں کہ اب نہ قوت گفتار باقی ہے نہ قوت تحریر، قلم و زبان دونوں درماندہ اور تھکے ہوئے اور اپنی حالت یہ ہے ؎

پروانہ ہوں شمع سے دور اور شکستہ پر
بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر

اور اس پرواہ سے بے غم ہوں کہ اس فریاد کو سن کر کوئی آنسو بہائیگا یا مذاق اڑائے گا میری تمنا یہ ہے کہ برادران اسلام اور اپنے احباب سے رخصت ہوں تو یہ حق کا پیغام ان کے کانوں تک پہنچا دوں۔

کس بشنود یا نشنود گفتگوئے می کنم
حاصل آید یا نہ آید جستجوئے می کنم

حق تعالیٰ شانہ کی جانب میں عجز و انکسار و تضرع و ابتہال دعا کر رہا ہوں کہ وہ امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائے اور ہم سب کو دولت اخلاص اور اتباع سنت سے نواز دے اور وہ ایمان و یقین نصیب فرمائے جو زوال سے محفوظ ہو اور نقصان سے مامون ہو اور اپنی لقاء کا وہ شوق بخش دے کہ دنیائے ملعونہ کا چھوڑنا ہم کو کچھ دشوار نہ رہے آخرت کی وہ محبت عطا فرمائے کہ نظروں میں ہفت اقلیم کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہے، ایکبار آخر میں پھر دعا ہے کہ اتباع سنت میں اسطرح رنگ دے کہ کافر بھی یہ بول اٹھیں کہ محمدی یہ ہیں۔

اللّٰہم ارحم اُمّۃ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللّٰہم اغفر اُمّۃ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اللّٰہم تجاوز عن اُمّۃ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللّٰہم اَصلح اُمّۃ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

۱۰۶۷۲

مکرم و محترم جناب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب دام مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل ازیں نصیحت نامہ کی دوسری قسط جو درحقیقت پہلے خط کی شرح ہے کیونکہ اس میں اتباع سنت سے جو میرا مقصد ہے اس کی تشریح کردی گئی ہے۔۔۔۔ خوش قسمتی سے ایک دوست نے پندنامہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ کا ایک نسخہ احقر کے نام ارسال کیا جو ایسے نصائح سے لبریز تھا کہ اس کا ایک ایک شعر "آب زر" سے لکھنے کے قابل ہے اس کا مختصر اقتباس کر کے مع ترجمہ کے ارسال کر رہا ہوں تاکہ اس خط (نصیحت نامہ) کے آخر میں اس کو شامل کردیا جائے۔ جیسا کہ پہلے خط (نصیحت نامہ) کے آخر میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوب کا اقتباس درج کیا گیا ہے شاید کہ ان بزرگوں کی قبولیت سے بارگاہ ایزدی میں یہ بے ترتیب تحریر قبول ہوجائے۔ فقط والسلام

بندہ محمد بدر عالم عفا اللہ عنہ

اقتباسات از پندنامہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

ذکر اللہ کی فضیلت

باش دائم اے پسر در یادِ حق — گر خبر داری ز عدل و دادِ حق

ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہنا — اگر تم اس کے عدل اور عطا سے واقف ہو

یادِ حق آمد غذا ایں روح را — مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

اللہ کی یاد روح کے لئے غذا ہے — اور زخمی دل کا ایک مرہم ہے

یادِ حق گر مونسِ جانت بود — کے ہوائے کاخ و ایوانت بود

اگر اللہ کی یاد تیری جان کی راحت بن جائے — تو پھر محل اور باغ کی تمنا کہاں رہ سکتی ہے

عام را نبود بجز ذکرِ زباں — ذکرِ خاصاں باشد از دل بیگماں

عام لوگوں کا ذکر زبان سے ہوتا ہے — اور خاص لوگوں کا ذکر بلاشبہ دل سے ہوتا ہے

ذکرِ خاص الخاص ذکرِ سر بود — ہر کہ ذاکر نیست او خاسر بود

اللہ کے بہت ہی مخصوص بندوں کا ذکر روح سے ہوتا ہے — جو ذاکر نہیں ہے وہ بہت نقصان میں ہے

ذکرِ چشم از خوفِ حق بگریستن — باز در آیاتِ او نگریستن

آنکھ کا پہلا ذکر یہ ہے کہ وہ خوف خدا میں آنسو بہائے — اور پھر اس کی نشانیوں کو غور سے دیکھے۔

استماعِ قولِ رحمٰن ذکرِ گوش — تا توانی روز و شب در ذکر کوش

اور کان کا ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بغور سنیں — اب ہو سکے تو دن رات ذکر میں مشغول رہو۔

یاریٔ ہر عاجز آمد ذکرِ دست — ذکرِ پا خویشاں زیارت کردن است

ہر کمزور کی مدد کرنا ہاتھ کا ذکر ہے — اور پیر کا ذکر یہ ہے کہ اعزا اور احباب کے پاس لوجہ اللہ جائے

اشتیاقِ حق بود ذکرِ دلت — کوش تا ایں ذکر گردد حاصلت

اور دل کا ذکر یہ ہے کہ اللہ کی محبت اور شوق میں غرق رہے — کوشش کرو کہ یہ ذکر تم کو نصیب ہو جائے۔

خواندنِ قرآں بود ذکرِ لساں — ہر کرا ایں نیست ہست از مفلساں

زبان کا ذکر قرآن کا پڑھنا ہے — جس کو یہ ذکر نصیب نہیں ہے وہ بالکل کنگال ہے

لب مجنباں جز بذکر کردگار — زانکہ پاکاں راہمیں بود ست کار
سوائے اللہ کے ذکر کے ہونٹ مت ہلا — کیونکہ پاک لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے

حسن خلق

چار چیز آمد بزرگی را دلیل — ہر کہ ایں دارد بود مرد جلیل
بزرگی کی دلیل چار چیزیں ہیں — اور جن کو یہ حاصل ہو وہ بڑا مرتبہ والا ہے

علم را اعزاز کردن بے حساب — خلق کا را دادن جواب با صواب
ایک علم کی انتہائی عزت کرنا — اور مخلوق کو صحیح جواب دینا

اے برادر گر خرد داری تمام — نرم و شیریں گوئی با مردم کلام
اے بھائی اگر تجھ میں پوری عقل ہے — تو آدمیوں کے ساتھ نرم اور میٹھی بات کر

اے پسر تدبیر رہ را توشہ کن — پس حدیث ایں و آں یک گوشہ کن
اے عزیز راستہ طے کرنے کی تدبیر ضرور اختیار کرو — اس کے بعد ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔

ہر کرا بخت و سعادت گشت یار — در جہاں باشد بدشمن سازگار
جس کی دنیا میں نیکی اور نیک بختی مددگار بن گئی — وہ دنیا میں اپنے دشمن کے ساتھ بھی اچھی بسر کریگا

گر تو خود را ہوا را کشتۂ — داں کہ از اہل سعادت گشتۂ
اگر تو نے اپنی خواہشات نفسانی کو مٹا ڈالا — تو یقین کر کہ تیرا شمار نیکوں میں ہو گیا

اولیاء اللہ سے محبت

ہمنشینی جز بدرویشاں مکن — تا توانی غیبت ایشاں مکن
اپنا اٹھنا بیٹھنا صرف خدا کے دوستوں کے ساتھ رکھو۔ — اور دیکھنا ان کی غیبت کبھی نہ کرنا

حب درویشاں کلید جنت است — دشمن ایشاں سزائے لعنت است
جانتے ہو جنت کی کنجی کیا ہے۔ اہل اللہ کی محبت — اور جانتے ہو لعنت کا سبب کیا ہے۔ اہل اللہ کی دشمنی

اے پسر از آخرت غافل مباش — با متاع ایں جہاں خوش دل مباش
عزیز من آخرت سے غافل نہ رہنا — اور اس دنیا کے ساز و سامان میں دل نہ لگانا۔

فقر کا بیان

فقر خود را پیش کس پیدا مکن　　محنت امروز را فردا مکن

اپنی حاجت مندی کو کسی پر ظاہر مت کر　　جو جد و جہد آج کرنی ہے اس کو کل پر مت رکھ

هر ترا آنکس که فردا جاں دہد　　غم مخور آخر که آب و ناں دہد

جو کل تجھے زندہ رکھے گا　　وہی تجھ کو روزی بھی دیگا پھر اس کا غم کیا

نجات کا راستہ

ہست بیشک رستگاری در سہ چیز　　با تو گویم یادگیرش اے عزیز

بلاشبہ تین چیزوں کے اندر نجات ہے　　اے عزیز من تم کو بتاتا ہوں دیکھ ان کو یاد رکھنا۔

زاں یکے ترسیدن ست از ذوالجلال　　دوم آمد جستن قوتِ حلال

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب ذوالجلال سے لرزاں و ترساں رہے۔ اور دوسری بقدر ضرورت حلال روزی کی تلاش کرے۔

سومی رفتن بود بر راہِ راست　　رستگار است آنکہ ایں خصلت و راست

تیسری چیز سنت کے طریقہ پر چلنا　　جس نے یہ عادت ڈالی وہ ٹھیک راستے پر پڑا۔

سر مکن در پیش دنیا دار پست　　ور کنی بیشک رود دینت ز دست

دنیا دار کے سامنے سر مت جھکا　　اگر خدانکردہ ایسا کیا تو یقیناً تیرا دین برباد ہوا۔

ہر کہ او را حرصِ دنیا دار شد　　بیگماں از وے خدا بیزار شد

جس نے دنیا داروں سے محبت رکھی　　یقین رکھو کہ خدا اس سے بیزار ہو گیا

مُردگانند اغنیائے روزگار　　اے پسر با مُردگاں صحبت مدار

جو بڑے بڑے نظر آتے ہیں در حقیقت مردہ ہیں۔ عزیز من مُردوں سے کون چاہتا ہے صحبت رکھے،

بعض ضروری نصیحتیں

دینت از پرہیزکامل می شود　　نعمت از شکر شامل می شود

تیرا دین پرہیزگاری سے کامل ہوگا　　اور جو نعمت تجھ کو حاصل ہے شکر سے پختہ ہوتی ہے۔

شکر نعمت را کمالے می دہد　　غافلاں را گوشمالے می دہد

شکر نعمت کو کمال تک پہنچا دیتا ہے　　غافلوں کیلئے یہ ایک تنبیہ اور نصیحت بن جاتی ہے۔

شکر ناکردن زوالِ نعمت است — بہرۂ شاکر کمالِ نعمت است

شکر نہ کرنا نعمت کے گھٹنے کا باعث ہوتا ہے۔ شکر کرنیوالے کو یہ پھل ضرور ملتا ہے کہ نعمت کمال کو پہنچ جاتی ہے

ہر کہ می خواہد کہ باشد در اماں — مُہر می باید نہادن بر زباں

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ امن و عافیت میں رہے۔ اس کو چاہیئے کہ اپنی زبان بند رکھے۔

ہر کہ بے اندیشہ گفتار ش بود — پس ندامتہائے بسیار ش بود

جو شخص بے سوچے سمجھے بات کرتا ہے اس کو بہت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

از خدا خواہ آنچہ خواہی اے پسر — نیست در دستِ خلائق خیر و شر

جو کچھ مانگنا ہے وہ خدا سے مانگ — کیونکہ مخلوق کے ہاتھ میں برائی اور بھلائی کچھ نہیں ہے۔

بندگاں را نیست ناصر جُز اللہ — یاری از حق خواہ و از غیرش مخواہ

سوائے خدا کے بندوں کا کوئی مدد کرنیوالا نہیں ہے۔ مدد صرف اللہ سے مانگ کسی اور سے مت مانگ۔

مناجات

۱۰۶۷۲

بادشاہا جرم ما را در گذار — ما گنہگاریم و تو آمرزگار

اے مولیٰ تو ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے — کیونکہ ہم گنہگار ہیں اور تو بخشنے والا آقا ہے

سالہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم — آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم

ساری عمر ہم گناہوں میں جکڑے رہے ہیں — اور اب آخر میں اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہیں

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضورِ دل نہ کردم طاعتے

عمر میں کوئی وقت نہیں گذرا جس میں گناہ نہ کرتے رہے ہوں۔ اور نہ کبھی ایسا وقت گذرا جس میں دل سے تیری کوئی عبادت کی ہو۔

مغفرت دارد امید از لطفِ تو — زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا

تیرے لطف و کرم سے مغفرت کی امید لگی ہوئی ہے۔ — کیونکہ گنہگاروں کو تو نے یہ بشارت سنا دی ہے لا تقنطوا (میری رحمت سے مایوس مت ہو)

چشم دارم از گنہ پاکم کنی — پیش ازیں کاندر لحد خاکم کنی

میری نظریں لگی ہوئی ہیں کہ تو مجھ کو گناہوں سے پاک فرما دے۔ اس سے پہلے کہ میں قبر کی مٹی میں جا ملوں۔

(مشہور آفسٹ پریس کراچی)